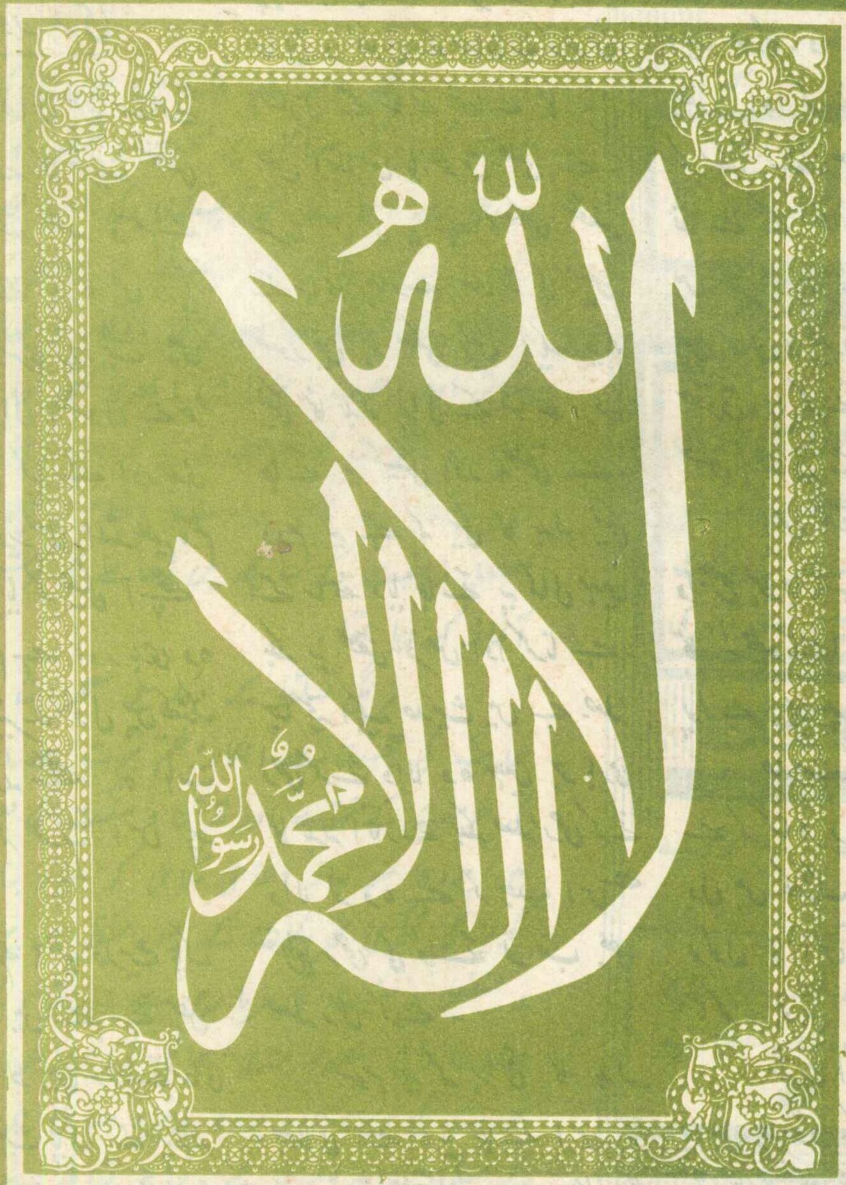
بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

خدام الدین

ہفت روزہ لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور



۲۳ نومبر ۸۲ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

دو روپے

نقطۂ نظر

تجدّد پسندی کی نئی لہر
اور — علماء حق کی ذمہ داری

کچھ عرصہ سے ملک میں عورت کی شہادت و دیت اور دیگر مسائل پر بحث و تمحیص کا جو سلسلہ جاری ہے اس نے تجدّد پسندی کی اس مہم کو ایک نئے دَور میں داخل کر دیا ہے جو برصغیر پر فرنگی استعمار کے تسلّط کے بعد فرنگی افکار و تہذیب سے متاثر اور مرعوب ذہنوں میں ابھری تھی اور اسلام کے نام سے انحراف کا حوصلہ نہ پا کر ان ذہنوں نے تجدّد اور اجتہاد کے نام پر اسلامی احکام و تعلیمات کو مرعوب منفعل ذہنیت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوششوں کا آغاز کر دیا تھا۔

فرنگی تسلّط کے دَور میں معجزات سے انکار، حدیث کی حجیّت سے انکار، ختم نبوّت سے انکار، جہاد کی حرمت کے فتوے اور قرآن و سنّت کی تعبیر و تشریح میں چودہ سو سالہ اجماعی تعامل کو بنیاد بنانے سے گریز کی فکری تحریکات کے پس منظر میں یہی مرعوب و منفعل ذہنیت کارفرما رہی ہے اور قیام پاکستان کے بعد خاندانی منصوبہ بندی، عائلی قوانین، عورت کی شہادت عورت کی دیت اور پردہ وغیرہ مسائل میں قرآن و سنت کے مسلّمات اور امت کے اجماعی تعامل سے انحراف کی روش کی بنیاد بھی اسی تجدد پسندی پر ہے اور شہادت و

ناشر مولانا عبیداللہ انور ● مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور ● مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۳۰ — شمارہ ۲۰

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ



— مجلس ادارت —
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ — ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے



انتظار حسین اسعد قادری

نیکی اور بدی

حضرت نواس بن سمعان رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور بدی کے بارہ میں دریافت کیا (اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ سوال انہوں نے خود کیا تھا کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور بدی وہ چیز ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تجھے یہ بات ناپسند ہو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

تشریح: یہ حدیث پاک جامع کلمات میں سے ہے جس کے مختصر الفاظ میں دریائے معانی بند ہے۔ حدیث پاک کے پہلے جملے یعنی "نیکی حسنِ اخلاق کا نام ہے" کا مطلب سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ خالق و مخلوق کے معاملات کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھانے کا نام حسنِ اخلاص یا خوش خلقی ہے۔ شرح اس کی یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ہمارے معاملہ کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نیکی کا بدلہ برائی کے ساتھ دیا جائے یہ کمینگی اور بدخلقی ہے۔ دوم یہ ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیا جائے یہ کمال نہیں بلکہ یہ محض قرض ادا کرنا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے صلۂ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو باری کا بدلہ اتارے بلکہ صلۂ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو تب بھی صلہ رحمی کرے۔

سوم یہ کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے اس کا نام خوش خلقی ہے اور اعلیٰ درجہ کا کمال ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ خوش خلقی اس کا نام ہے کہ دوسروں کے جو حقوق اپنے ذمہ لازم ہیں۔ ان کو پورے طور پر ادا کیا جائے اور اپنے حقوق جو دوسروں کے ذمہ لازم ہیں ان کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کا معاملہ مخلوق کے ساتھ ایسا ہو گا۔ وہ اللہ تعالٰی کے حقوق ادا کرنے میں کس طرح کوتاہی کر سکتا ہے۔ جب کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات میں ہر لمحہ سرتا پا غرق ہے۔ پس خالق یا مخلوق میں سے کسی کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرنا حسنِ اخلاق کے منافی ہے۔

اس مختصر سی وضاحت سے واضح ہو جاتا ہے کہ حدیث پاک کا یہ چھوٹا سا جملہ "البرُّ حسنُ الخلق" پورے دِین پر حاوی ہے۔

حدیث پاک کا دوسرا جملہ ہے کہ گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تمہیں لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناگوار ہو۔

شرح اس کی یہ ہے کہ بعض چیزوں کی اچھائی یا برائی تو بالکل کھلی ہوئی ہوتی ہے اور ان کی اچھائی یا برائی میں آدمی کو

(باقی ۲۸ پر)

دیت کے ضمن میں قومی اخبارات میں ہونے والی طویل بحث نے اس ذہنیت اور اس کے مقاصد کو بالکل آشکارا کر دیا ہے اور اب بات جس رخ پر آگے بڑھ رہی ہے اس کا اندازہ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کے اس خطاب کے مندرجات سے بخوبی ہو سکتا ہے جو انہوں نے گذشتہ دنوں فیصل آباد بار ایسوسی ایشن کے اجلاس میں کیا ہے۔

اس خطاب کی بہت سی باتوں پر گفتگو کی گنجائش بلکہ ضرورت ہے مگر مندرجہ ذیل ارشاد بطور خاص علماء کرام کی توجہ کا طالب ہے، انہوں نے ایوب خاں کے عائلی قوانین کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

"ان قوانین کی مخالفت تنگ نظر علماء نے کی جبکہ حکومت کا نقطہ نظر اصلاحی تھا اور موجودہ حکومت بھی ان قوانین کو اس لئے برقرار رکھے ہوئے ہے کہ ان قوانین کے بنانے میں اصلاحی نقطۂ نظر کارفرما ہے۔ انہوں نے کہا کہ اصلاحی نقطہ نظر وکلاء صاحبان کا ہی ہو سکتا ہے اور وہ دینی تعلیم اور وسعت نظری کی بنیاد پر بہتر اجتہاد کر سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اجتہاد پر عربی زبان کو جاننے کی قدغن ختم کرنا چاہیئے، اور وسیع النظری سے فقہ کی تعریف کرنی چاہیئے"۔

(بحوالہ روزنامہ جسارت کراچی ۲۸ اکتوبر ۸۴ء)

اسی خطاب میں جسٹس صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ

"اسلام روایت کا دشمن ہے۔ چونکہ روایت کا تعلق جہالت سے ہے اس لئے عقائدِ اسلام کے علاوہ ہر بات پر اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ قرآن و سنت کے مطابق ہو"۔

ہمارا مقصد اس موقع پر جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کے خطاب کے مندرجات پر بحث کرنا نہیں بلکہ ان کے خطاب کے حوالہ سے علماء حق کو تجدّد پسندی کی تحریک کے آئندہ ہدف اور عزائم کی طرف توجہ دلانا ہے تاکہ وہ اس کی روشنی میں اپنی فکری تگ و تاز اور کاوشوں کے رخ کا تعین کر سکیں یہ ہمارے علمی مراکز کی ذمہ داری ہے کہ وہ صورت حال کی سنگینی کا احساس کریں اور تجدد پسندی کی اس تحریک کی نئی فکری یلغار کا معقولیت، سنجیدگی منطق اور استدلال کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے قرآن و سنّت کی مسلّمہ تعبیر و تشریح، امّت کے اجماعی تعامل اور اس کے فکری و عملی تقاضوں کے تحفظ و تکمیل کے سلسلہ میں اپنے فرائض کی انجام دہی کا اہتمام کریں۔

مکتوبِ گرامی

مخدومی مکرمی حضرت مخدوم زادہ مکرم زید مجدکم و فضلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خدام الدین کے تازہ شمارہ سے جناب کے دستار خلافت سلسلہ قادریہ راشدیہ سے مشرف ہونے کا پڑھ کر دلی اور روحانی مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں اور اس آستانہ عالیہ کو تا قیامت آباد اور شاداب رکھے۔ آمین! اللہ تعالیٰ حضرت محترم زید مجدھم کو صحت اور عافیت سے ہمیشہ نوازے ان کی یہ خصوصی توجہ خدام اور متوسلین کے لئے بھی باعث سعادت ہے اللہ تعالیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا یہ فیض ہمیشہ کے لئے جاری و ساری رکھے۔ آمین — افسوس ہے کہ لاہور کی حاضری کے وقت خدام الدین نہ پڑھ سکا ورنہ زبانی ہدیۂ تبریک عرض کرنے کی سعادت سے مشرف ہو سکتا حضرت دامت برکاتہم اور مولانا میاں محمد اکمل صاحب کی خدمت میں خادم کا سلام مسنون پہنچا دیجئے والسلام

امام الہدیٰ وارث اسلاف مرشد حق حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کے ارشادات

مجلسِ ذکر

حق اور باطل کے درمیان جنگ ازل سے ہے اور تاقیامت رہے گی،

علمائے ربانیین نے حق کا پرچم بلند رکھنے اور لوگوں کو دین کی راہ پر گامزن کرنے کی جدوجہد ہمیشہ جاری رکھی ہے

اللہ جب اپنے بندے سے بھلائی کا ارادہ کرے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے

مرتب ❁ عبدالرشید انصاری

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

حضرات گرامی! اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء و اولیاء ربانیین کا مرتبہ و مقام دوسرے تمام لوگوں سے اعلیٰ و ارفع ہے کیونکہ ان کے پاس دین کا علم اور معرفت حق ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دُنیا کی فنا اور اہلِ دُنیا کی بیچارگی و احتیاج کا یقینِ کامل عطا کرتی ہے۔ اس لئے یہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اصل میں علماء ہی ہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: دنیا اور دنیا کی ہر چیز ملعون ہے مگر ذکر الٰہی یا جو چیز ذکر الٰہی کے قریب ہو اور عالم اور علماء (ترمذی)

حقیقت یہی ہے کہ دین کا علم روشنی ہے اور دین سے جہالت تاریکی اور اندھیرا ہے۔ اندھیرے میں بے اعتقادی اور خطرات ہیں۔ ایسے ہی علم کے بغیر عمل کرنا، کسی راہ پر چلنا بھی محال ہے۔ محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان پہلے جاہل ہوتا ہے پھر اس میں علم آتا ہے۔ علم کے بعد عمل کی راہ کھلتی ہے۔ اور عمل ہو تو اس میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ حضرت الشیخ جیلانیؒ کے ارشاد سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اخلاص کے پھول عمل کے پودے کو لگتے ہیں اور عمل کا پودا علم کی زرخیز زمین میں اگتا ہے اگر زمین ہی نہ ہو تو پودا خلا میں نہیں اگا کرتا پھر پھولوں کی خوشبو پانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے یہ علماء مخلصین کا طبقہ عامۃ الناس میں ممتاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائی ہے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے (بخاری و مسلم) اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کریں کہ علماء حق کا ساتھ نصیب کرے اور

انہی مخلصینِ حق کے گروہ میں ہمیں شامل رکھے۔

جہاں حق والے ہیں باطل والے بھی چلتے پھرتے ہیں قرآن کی بات کرنے والے اور سنّتِ نبویؐ پر عمل کرنے والے علمار اولیار الرحمٰن ہیں۔ اور سنّت کو ترک کر کے بدعات کو رواج دینے والے جہلار اولیار الشیطٰن ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ نے آخرت پر ایمان اور عمل کا شوق عطا فرما دیا ہے تو پھر جن لوگوں کے بتلائے ہوئے علم پر آپ عمل کر رہے ہیں ان کے متعلق اچھی طرح دیکھ سوچ لیں کہ وہ کہیں بدعتی اور اولیار الشیطٰن میں سے تو نہیں اور وہ محض اپنی چرب زبانی اور خوش الحانی سے متاثر کر کے آپ کو قرآن و سنّت کے خلاف رسومات اور بدعات کے دلدل میں تو نہیں دھکیل رہے۔ یہ نہیں کہ دین کو نقصان پہنچانے والے اور اہلِ حق کی مخالفت کرنے والے آج پیدا ہوئے ہیں۔ یہ حق اور باطل کے درمیان جنگ اور معرکہ آرائی ازل سے ہے تا قیامت رہے گی۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اقبال نے ٹھیک ہی تو کہا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

یہ بولہبی ازل سے ہے ہاں البتہ ابولہب اور اس کے اعوان و مددگاروں کا اصل شیطانی گروہ چودہ سو سال پہلے پیدا ہوا حضرت آدم علیہ السلام سے جس طرح دین بڑھتا اور ترقی کرنا شروع ہوا۔ اور آخر میں ہمارے نبی حضور خاتم الانبیاء پر کامل و مکمل ہوا۔ اسی طرح بوجہلی اور بولہبی نے بھی اسی ساعت شیطان کی کوکھ سے جنم لیا تھا۔ جب اس نے آدم کو سجدہ نہ کر کے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور پھر ہابیل کے قاتل قابیل کے قالب میں آئی وہ ترقی کرتی رہی کہیں نمرود کے روپ میں کہیں سامری اور فرعون و شداد کے رنگ میں ہر موقع پر نبیوں اور صدیقوں کا راستہ روکتے، انہیں دکھ دینے اور حق کی شمع بجھانے کے لئے حسد اور بغض کی آگ میں جلتے جلتے اتنی مضبوط اور مستحکم ہو گئی کہ جب رحمۃ للعلمینؐ



قرآن کی بات کرنے والے اور سنتِ نبوی پر عمل کرنے والے "علماء" اولیاءالرحمٰن ہیں

سنت کو ترک کر کے بدعات کو رواج دینے والے "جہلاء" اولیارالشیطٰن ہیں

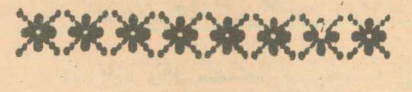


آئے تو وہ ابوجہل، ابولہب اور عتبہ اور شیبہ کے روپ میں اپنے پورے بانکپن اور رعونت و تکبّر کے ساتھ مقابلہ پر اتر آئی۔ حضور رحمتِ کائنات مفخرِ موجوداتؐ اور آپؐ کے جانثار صحابہؓ نے جن لوگوں کے کفر اور ظلم کو شکست دے کر اللہ کی توحید کے جھنڈے کو سربلند کیا وہ اپنے کبر و غرور اور ظلمت و سفا کی میں ابلیسِ اعظم کے مثالی شاہکار تھے۔ چراغِ مصطفویؐ کا نور یعنی قرآن و سنّت کی تعلیمات پھیلانے والے اولیار الرحمٰن ہیں اور بوجہلی و بولہبی کی ظلمت یعنی سنّتِ نبویؐ کے خلاف خوبصورت بدعات و خرافات رواج دینے والے اولیار الشیطٰن ہیں۔

اہل اللہ اور علمار ربانیین نے ہر دور میں حق کا پرچم اونچا رکھنے اور لوگوں کو دینِ حق کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے جدّوجہد جاری رکھی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے دین اور توحید کا پیغام عام کرنے والوں کو ہی بالآخر کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دین مکّہ سے باہر نہ نکل سکتا۔ حضور نبی کریمؐ اور آپؐ کے پیارے صحابہؓ مظالم کی چکّی میں پس کر وہیں ختم ہو جاتے۔ اللہ تعالےٰ نے بدر کے میدان میں تین سو تیرہ صحابہ کو کیل کانٹے سے پوری طرح لیس ایک ہزار کفارِ مکّہ پر فتح عطا فرمائی۔ ایسے ہی برّصغیر میں حکومت و سلطنت کے مقابلہ میں حضرت مجددّ الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہ کو اور برطانوی سامراج کے مقابلہ میں علمار دیوبند کو ربّ العزت نے کامیابی سے نوازا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج برّصغیر میں خصوصًا پاکستان میں اللہ تعالےٰ کی توحید اور حضورِ اکرمؐ کی ختمِ نبوّت کا نام لینے والے۔ صحابہ کرام اولیار عظام اور علمار ربانیین کی عظمتِ شان کا دفاع کرنے والے نہ ہوتے۔ پھر یہاں تبلیغی جماعت جمعیۃ علمارِ اسلام۔ مجلسِ ختمِ نبوّت۔ تنظیم اہلسنت سوادِ اعظم اہلسنت جیسی حق پرست جماعتیں آج سرگرمِ عمل نہ ہوتیں۔ منکرینِ توحیدِ الٰہی غارتگرانِ ختمِ نبوت۔ دشمنانِ صحابہ۔ بدعت فروشوں اور دین کے نام پر دنیا کو گمراہ کرنے والوں کا مکمل راج ہوتا۔ مگر آج بھی اہلِ باطل کے لئے میدان خالی نہیں ہے۔ یہ حضرت مجددِ الف ثانیؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہ۔ شہدائے بالاکوٹ اور علمار دیوبند کی مساعی جمیلہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکات و ثمرات ہیں۔ دیوبند کسی نئے مذہب اور فرقے کا نہیں بلکہ ایک مقدس مقام کا نام ہے جہاں بیٹھ کر اسلام کے شیدائی۔ مجاہد علمارِ حق نے قرآن و حدیث اور علومِ اسلامی کا دنیا کو درس دیا۔ جیسے حنفیت کوئی نیا دین اور مذہب نہیں ایسے ہی دیوبندیت کسی الگ مسلک اور مذہب کو نہیں کہتے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مقلد ہونا دینِ حق سے منسوب ہونا ہے۔ اسی طرح بدعتی اور جاہل خوش الحان واعظوں کی بجائے دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ جلیل القدر علمار ربانیین اور بالغ نظر دینی رہنماؤں سے تعلق قائم کرنا دینِ حق کی راہ پر چلنے کے لئے دین کا نور حاصل کرنے کا انتظام کرنا ہے۔ کام کرنے سے ہوتا ہے کام کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ پھل محنت سے درخت کو لگتا ہے۔ یہ تبلیغی جماعت کسی ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر نہیں بن گئی۔ رائے ونڈ میں لاکھوں انسانوں کا اجتماع از خود نہیں ہونے لگا۔ اس کی بنیاد میں اللہ والوں کی پر خلوص محنت ہے۔ حضرت مولانا محمّد الیاسؒ کے انفاس طیبہ کی کرامت ہے کہ آج ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ایک غریب مزدور اور لکڑ ہارے سے لے کر ارب پتی تاجر و صنعت کار تک ہر طرح کے لوگ اپنے بستر کندھوں پر اٹھائے دین کی دعوت عام کرنے کے لئے ملکوں دیہاتوں اور گلی کوچوں میں پھر رہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ حضرت سندھیؒ ہمارے حضرت اقدسؒ حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ سب اسی دارالعلوم کے فیض یافتگان ہیں۔ جو دیوبند میں ہے۔ اللہ تعالےٰ کو نام و نمود پسند نہیں۔ ریاکاری شرکِ خفی ہے حضرت



تین سو تیرہ صحابہؓ کو ایک ہزار کفارِ مکہ پر جیسے فتح نصیب ہوئی ایسے ہی مجددالف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کو سلطنت کے مقابلہ میں اور علمأ دیوبند کو برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد میں اللہ تعالےٰ نے کامیابی سے نوازا



مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان کے رفقاء اللہ کے مخلص بندے تھے ان کا ہر عمل اللہ کے لئے تھا۔ انہوں نے جاھدوا فی سبیل اللہ حق جہادہٖ کا حق ادا کیا۔ انگریز کے خلاف میدانِ جنگ میں دست بدست لڑائی کے محاذ پر ناکامی کے بعد انہوں نے علمی اور فکری محاذ پر برطانوی سامراج کے جابرانہ تسلط اور اس تسلط کی چھتری کا تحفظ لے کر دیدہ دلیری کرنے والے عیسائی مبلغوں کی یلغار کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور فکری جنگ لڑنے کے لئے انہوں نے جو مورچہ لگایا اس کا صدر مقام ہندوستان کے شہر دیوبند میں تھا۔ ان کے خلوص، بالغ نظری مومنانہ فراست اور غیرتِ ایمانی کا مظہر وہ اصولی مقاصد ہیں جن کے لئے دارالعلوم دیوبند کی ان بزرگوں نے بنیاد رکھی۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ آزادئ ضمیر اور اعلاء کلمۃ الحق۔
۲۔ مسلمانوں کو ایک جمہوری عوامی تنظیم میں پرونے کی کوشش کرنا۔
۳۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مسلک کی حفاظت و اشاعت۔
۴۔ مسلم معاشرے سے خودغرضی اور استبداد کا خاتمہ۔
۵۔ علوم دینی کا احیار
۶۔ علوم عقلیہ کی صحیح تربیّت
۷۔ دین میں مہارت کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کے تقاضے پورے کرنے والے علمار پیدا کرنا۔
۸۔ حکومتِ وقت اور امرار و اغنیار کے تسلّط سے درس گاہ کو آزاد رکھنا۔

تیرھویں صدی ہجری میں دہلی لکھنؤ اور خیرآباد میں تین مدرسے تھے لکھنؤ میں فقہ خیرآباد میں علم کلام فلسفہ اور دہلی میں تفسیر و حدیث پر زور دیا جاتا

(باقی ۱۲ پر)



اسلام اپنی حقانیت، حضورؐ کی سیرتِ طیبہ، اکابرین اسلام کی عظمت کردار اور بلندی اخلاق سے پھیلا ہے

تلوار نے کبھی کسی کو کلمہ نہیں پڑھایا

ہمارے پاس صرف اللہ کا نام، حضورؐ کا پیغام ہے اللہ بھروسے پر دین کی بات کہتے ہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور کا جامع مسجد شیرانوالہ میں خطاب

مرتب: عبدالرشید انصاری

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۔

ترجمہ: اپنے رب کے نام سے پڑھئے۔ جس نے پیدا کیا (یعنی) پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پڑھئے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے جس نے سکھایا (یعنی) سکھایا انسان کو وہ سب کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا۔

بزرگان گرامی! یہ ہے پہلی وحی جو غارِ حرا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر جب تاج ختم نبوت رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔ چالیس سال کی عمر تک آپؐ نے کسی سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا تھا کیونکہ نبی غیر نبی کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا کرتے یہ ان کی عظمت شان کے منافی ہے۔ اور جو مدعی نبوت اہل دنیا سے روایتی علم سیکھنے جائے وہ مرزا قادیانی کی طرح دجّال و کذّاب ہی ہو سکتا ہے پیغمبر نہیں ہو سکتا مگر اب تو قیامت تک کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو گا کیونکہ ہمارے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اس لئے اب اس بحث کی ضرورت اور گنجائش ہی نہیں کہ فلاں مدعی نبوّت کن کن وجوہات کی بناء پر نبی نہیں ہے بلکہ ایک ہی پہلی اور آخری بات ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپؐ کے بعد پیدا ہونے والا ہر مدعی نبوّت کذّاب و دجّال اور اس کے متبعین مرتد ہیں۔

حضرات گرامی! ہمارے نبی

بوجہل و بولہبی نے شیطان کی کوکھ سے اسی ساعت جنم لے لیا تھا جب سجدے سے انکار کر کے شیطان نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا دروازہ کھولا

اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اُمّی تھے آپؐ نے روایتی طریقے کے مطابق پڑھنا لکھنا نہ سیکھا تھا قدیم ترین ذریعہ تعلیم قلم ہے علوم کا دھارا قلم کی نوک سے نکلتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم کو اس غرض کے لئے کبھی ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔ اس لئے پہلی وحی میں ایک تو اس طرف اشارہ تھا کہ نسل انسانی قلم کے ذریعہ علم سیکھتی ہے۔ آپؐ اپنے رب کے نام سے پڑھئے۔ قلم کو بھی اس نے پیدا کیا وحی بھی اس نے بھیجی ہے اور دوسرے یہ بھی حقیقت پہلی وحی میں آشکارا کر دی گئی کہ اسلام تعلیم و تبلیغ والا دین ہے یہ سیکھنے سکھانے اور پوچھنے بتانے سے دنیا کے اطراف و اکناف تک پھیل جائے گا۔ یہ نسل، مذاہب کی طرح نہیں ہے جیسے پارسی اور یہودی اپنے مذہب کو اپنی نسل میں خاص کر کے مطمئن ہیں۔ اسلام دین حق ہے اسے قبول کرنے اور اس پر ایمان



اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، تو پھر بتاؤ انڈونیشیا، ملائشیا اور سری لنکا پر کس محمد بن قاسمؒ اور محمود غزنویؒ نے حملہ کیا تھا

لا کر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت ٹھیک کرنے اور جہنم کی آگ سے بچنے کا اسلام ہر انسان کو حق دیتا ہے۔ بدنصیب و نامراد ہیں وہ لوگ جو اپنے اس حق سے تہی دامن رہتے ہیں اور دنیا سے کفر و شرک اور بداعمالیوں کا بوجھ اٹھائے جہنم کو چلے جاتے ہیں۔ بلاشبہ اسلام عظمت کردار، تعلیم، اخلاق اور اپنی حقانیت و صداقت کی قوت سے پھیلا ہے

تلوار نے کبھی کسی کو کلمہ نہیں پڑھایا۔ حضرت زیدؓ بچوں میں پہلے مسلمان ہیں ان کے سر پر حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کلمہ پڑھانے کے لئے کون سی تلوار رکھی؟ ڈاکوؤں نے انہیں ان کی والدہ سے چھینا اور عکاظ کے میلے میں لا کر فروخت کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھائی نے تحفۃً زیدؓ کو حضرت خدیجہؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور ام المومنینؓ نے اپنے شوہر نامدار سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اس مظلوم و ستم رسیدہ نونہال کو لا کھڑا کیا اس خوش بختی کو دیکھ کر کس نے تمنّا نہ کی ہو گی کہ اے کاش! اس کا لختِ جگر بھی اغوا ہو کر عکاظ کے میلے میں فروخت ہو جاتا۔ زید کو سیّدالانبیاءؐ کے لب شیریں اور چشم رحمت سے وہ سکون ملا جو باپ کے پیار اور ماں کی آغوش میں کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔

ڈاکوؤں نے زید کو اُن کی والدہ سے چھینا اور عکاظ کے میلے میں لاکر فروخت کر دیا

حضورؐ نے فرمایا

یہ معاملہ زید پر چھوڑ دو وہ اپنے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے

یمن کے کچھ مسافروں نے مکہ سے واپس جا کر زید کے والد حارثہ کو خوشخبری سنائی کہ رونا چھوڑ دو تمہارا نور نظر مکہ کے ... گھرانے میں ہے۔ اور

زید جس شخص کا غلام ہے وہ بہت ہی کریم اور سخی ہیں۔ زید نے پیغام بھیجا ہے کہ میرے والدین سے جا کر کہہ دو میرے غم میں رو رو کر اپنا بُرا حال کرنا چھوڑ دیں۔ میں پہلے سے اب بہت اچھے گھر میں ہوں۔

معصوم بیٹے کے کھو جانے سے حارثہ کے ارمانوں اور امیدوں کے جس باغ میں خزاں چھا گئی تھی اس میں پھر سے بہار آ گئی۔ بھائی کے ہمراہ کچھ پونجی لے کر مکہ آئے اور خاندانی شرافت و بزرگی کا حوالہ دے کر نبی رحمتؐ سے عرض کیا کہ آپ جو لینا چاہیں لے لیں اور ہمارا زید ہمیں دے دیں۔ یتیم پیغمبرؐ نے بے سہارا زید کو اپنے گھر میں پھولوں کی طرح رکھا تھا۔ فرمایا معاملہ زید پر چھوڑ دیتے ہیں اپنے بارے میں وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔ حارثہ نے بھائی کی طرف دیکھ کر کہا

زید نے کہا

میں وہ نہیں کہ آپؐ پر کسی اور کو ترجیح دوں

ٹھیک ہے نا اور کیا چاہیئے؟ دونوں نے کہا ہمیں منظور ہے زید آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "انہیں جانتے ہو یہ دونوں شخص کون ہیں۔ جی پہچانتا ہوں وہ میرے چچا اور یہ میرے والد ہیں۔ زید نے عرض کی۔ سوال ہوا یہ تمہیں لینے آئے ہیں تمہاری کیا رائے ہے؟ زید نے بلا توقف جواب دیا میں وہ نہیں جو آپ پر کسی اور کو ترجیح دے۔ باپ نے چیخ کر کہا زید! تم اپنوں پر غیر کو اور آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو؟ زید نے کہا۔ ہاں ہاں۔ میں نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے میں انہیں چھوڑ کر والد اور چچا کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ پیار اور سچی محبت کے طلبگار پیارے نبی نے زید کی عقیدت اور حق شناسی کا منظر دیکھا تو ہاتھ پکڑ کر صحن حرم میں کعبۃ اللہ کے پاس لے گئے اور اعلان فرمایا کہ لوگو! جو مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ آج

نبی رحمتؐ نے فرمایا

جو مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے محمدؐ بھی اُسے چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے

کے بعد زید میرا بیٹا ہے وہ میرا وارث ہوگا۔ باپ اور چچا نے زید کی عظمت کا ستارہ اوج ثریا پر چمکتا دیکھا تو مطمئن ہو کر گھر واپس لوٹ گئے۔ زید نے زید بن حارثہ کے بجائے زید بن محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا حتیٰ کہ قرآن کو اس معاملہ میں بولنا پڑا کہ منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کی طرح وارث نہیں بنا کرتے یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ حضور اکرمؐ خاتم النبیین ہیں۔ شاید اس لئے بھی اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اولاد نرینہ دے کر واپس لے لی تھی۔ کہ کبھی کوئی آپؐ کے بیٹے کو نبی کا بیٹا ہونے کی بناء پر نبی نہ کہہ دے۔ یہ خدشہ کسی کو حضرت زیدؓ کے متعلق بھی تو ہو سکتا تھا اس لئے صاف طور پر اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

بہرحال یہ حضور اکرمؐ کی سیرت طیبہ اور اخلاق عالیہ کا اثر تھا۔ زید نے حضورؐ کی حقیقی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے والدین کی محبت کو نبی اکرمؐ کی محبت کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ اور یہ حضور خیر الانامؐ کا ارشاد بھی ہے کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے دنیا کی ہر چیز اور شخصیت سے زیادہ میرے ساتھ محبت نہ ہو۔ آپؐ کی صداقت و امانت کا دشمنوں نے بھی علی الاعلان اعتراف کیا۔ بعثت نبوی سے قبل حجرِ اسود نصب کرنے کے لئے مختلف قبائل نے جب یہ عہد کیا کہ صبح جو شخص حرم میں پہلے داخل ہو اس کا فیصلہ سب کو منظور ہوگا۔ اور علی الصبح صحن حرم میں سب سے پہلے آپ تشریف فرما ہوئے تو سب فرطِ عقیدت سے پکار اُٹھے۔ جاء الصادق۔ جاء الامین۔ یہ صداقت و امانت ہی تو تھی کہ انڈونیشیا، ملائیشیا اور سری لنکا تک اسلام جا پہنچا۔ ان ملکوں پر تو کوئی محمد بن قاسم اور محمود غزنوی حملہ آور نہیں ہوا۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان تاجر گئے تھے۔ ان کی دیانت و امانت، اعلیٰ اخلاق اور اسلامی تعلیمات کے مطابق عملی زندگی دیکھ کر لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے اور سندھ سے مظلوم مسلمان عورتوں کی فریاد بھی سری لنکا سے عراق جانے والے مسلمان تاجروں نے حجاج بن یوسف کو پہنچائی تھی کہ ہمارے شہروں کو شہید کر کے ہمیں قید کر لیا گیا ہے تم کیسے مسلمان ہو کہ آرام سے بیٹھے ہو تمہیں خبر تک نہیں۔

اخلاص کے پھول عمل کے پودے کو لگتے ہیں اور عمل کا پودا علم کی زرخیز زمین میں اُگتا ہے علم کے بغیر عمل نہیں اور عمل کے بغیر اخلاص کے پھولوں کی خوشبو کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا،

حضور رحمت کائناتؐ اور آپؐ کے جانثار صحابہؓ نے جن لوگوں کے ظلم کا مقابلہ کیا وہ اپنے کفر و جبر اور ظلمت و سفاکی میں ابلیسِ اعظم کی خباثتوں کا مثالی شاہکار تھے

ایک مرتبہ مسلمان فوج آئی مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ دوسری مرتبہ مسلمان آئے دشمن پھر جیت گیا لیکن وہ مسلمان تھے۔ تیسری مرتبہ حجاج بن یوسف نے اپنے داماد محمد بن قاسمؒ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا اللہ تعالےٰ نے فتح عطا فرمائی پھر یہ نہیں کہ محمدؒ بن قاسم کی فوجوں نے انتقامی کاروائی کی ہو بلکہ ہندوؤں کے جو مندر لڑائی میں منہدم ہو گئے تھے وہ مسلمانوں نے خود تعمیر کروائے۔ رعایا پروری اور انصاف گستری نے اس قدر متاثر کیا۔ کہ ہندوؤں نے محمد بن قاسم کے بت بنا کر مندروں میں رکھ لئے کہنے لگے یہ انسان نہیں ہے۔

اسی طرح بعد میں محمود غزنوی نے راجہ جے پال کی سرکشی اور مظالم کو روکنے کے لئے ہندوستان کا رُخ کیا۔ جنگیں ہوئیں مگر یہ نہیں کہ محمود غزنویؒ یا ان کے کسی سپاہی نے جبراً کسی کو کلمہ پڑھانے کی کوشش کی ہو بلکہ بزرگانِ دین اولیاء اللہ، علماء ربانیین نے یہاں آکر اپنے خلوص، پیار و حکمت اور کردار سے عملاً اسلام کا نمونہ پیش کیا تو ایک ایک عالم ربانی کے ہاتھ پر کئی کئی لاکھ انسانوں نے اسلام قبول کیا۔ اور بعد میں حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کے پاس کون سی فوج تھی جس کے خوف سے لوگ زندقہ و الحاد کی راہ سے باز آگئے۔ اور آج ہمارے پاس کیا ہے صرف ایک اللہ کا نام ہے اور اس کے حبیبؐ کا نجات آفرین پیغام ہے اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق اللہ کے بھروسے پر اس کے دین کے طرفدار اور نقیب و ترجمان کی حیثیت سے سچی بات کہتے ہیں شاید کسی دل میں اتر جائے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں عمل صالح اور عزم راسخ کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین!

بقیہ : مجلس ذکر

تھا۔ تینوں مختلف النوع مدارس اپنے اپنے فنون کی تعلیم میں کبھی عروج پر تھے انگریز کی آمد سے انحطاط شروع ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ پھر دیوبند میں یہ تینوں خصوصیات یکجا ہوئیں۔ اور اکابر دیوبند نے عہدِ غلامی میں مفکرؒ، محدّث، مفسر، فقیہہ اور مجاہدین آزادی کی ایک ایسی جماعت تیار کی جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

۱۹۴۶ء میں میرے دورۂ حدیث سے فراغت پانے کی خوشی میں اظہارِ تشکر کے لئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ اور روضۂ رسولِ اکرم پر حاضری کے لئے تشریف لے گئے۔ احبابِ مخلصین کی ایک بڑی جماعت بھی ہمراہ تھی۔ اس اثنا میں میری ملاقات سلطان سعود سے ہوئی تو ان سے زیادہ تر گفتگو دارالعلوم دیوبند کے متعلق رہی۔

دورانِ گفتگو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا عالم عرب میں جو کام جامعہ ازہر نے سرکاری سرپرستی میں ایک ہزار سال کے اندر کیا۔ ایشیا میں وہی کام دارالعلوم دیوبند کے بانیین نے ایک سو سال میں کر دکھایا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اکابر کے مشن اور دین کی صحیح روح کو ہر فرد بشر تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس راہ کی مشکلات اور پریشانیوں کو اپنے فضل و کرم سے دُور فرمائے۔ آمین

جامع مسجد شیرانوالہ میں

آیت کریمہ

۲۵ رنومبر بعد نماز مغرب پڑھی جائے گی

(انشاء اللہ تعالیٰ)

دعوت عام ہے

نظام العلماء پاکستان کا مرکزی کنونشن

علماء حق کا قافلہ

اسلام کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرتا رہے گا

ترتیب و تحریر عبدالرشید انصاری

ہماری سیاست بھی دین کیلئے اور دنیا بھی دین کیلئے ہے

(حضرت درخواستی)

دین ہو گا تو پاکستان رہے گا

ملک کا استحکام اور مفاد اسی میں ہے، کہ

اسلامی نظام رائج کر دیا جائے

کاروانِ ولی اللّٰہی و عبید اللّٰہی کا جامع مسجد شیرانوالہ میں تاریخ ساز اجتماع

نظام العلماء پاکستان نے فیصل آباد، حیدر آباد، کوئٹہ اور پشاور میں صوبائی کنونشنوں کے انعقاد کے بعد ۴۔۵ نومبر کو لاہور میں اپنا مرکزی پالیسی ساز تنظیمی اجتماع منعقد کیا جو ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ نظام العلماء کی مجلس شوریٰ اور مجلس عمومی کے دو روز میں متعدد اجلاس ہوئے۔ جن میں ملکی صورتِ حال اور تنظیمی امور پر غور و فکر کے علاوہ مرکزی عہدیداروں کا انتخاب بھی عمل میں لایا گیا۔ چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے ۴۳۸ ممبران نے مرکزی مجالس کے اجلاسوں میں شرکت کی۔

۴ نومبر بروز اتوار اور ۵ نومبر بروز پیر بعد نماز عشاء کھلے اجتماعات ہوئے جن میں ہزاروں کی تعداد میں ملک کے دُور دراز علاقوں سے آئے جمعیۃ علماء اسلام کے کارکن اور مندوبین شامل ہوئے۔ پہلے روز دیگر رہنماؤں کے علاوہ مولانا سیف الرحمٰن ارائیں، ناظم عمومی صوبہ سندھ، مولانا صاحبزادہ امین الحق ناظم عمومی صوبہ بلوچستان، مولانا علاؤالدین ناظم عمومی صوبہ سرحد، مولانا محمد رمضان قائم مقام امیر صوبہ پنجاب نے بھی خطاب کیا صدارت قائد جمعیۃ ولی ابن ولی جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور نے فرمائی اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض پنجاب جمعیۃ کے رہنما مولانا بشیر احمد شاد نے ادا کئے۔

نظام العلماء پاکستان کے مرکزی کنونشن کا آخری اور اہم ترین پروگرام ۵ رنومبر کو بعد نماز عشاء جلسہ عام کا تھا جس میں نئے عزم اور نئے سفر کا سماں تھا حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی کو اجتماع کو دیکھ کر شکر کی آئینی کانفرنس یاد آگئی مولانا عبد الحکیم نے ملک بھر میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم نو کے لئے شرکاء اجتماع کو کافی اور مستعد محسوس کیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف آف آزاد کشمیر نے اس پلیٹ فارم سے قافلہ اہلِ صدق وصفا کا موقف تجدد پسند اور ترمیم پسندوں پر واضح کیا اور خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خان اکابر کی موجودگی میں اہل حق کے نقیب اور ترجمان کی حیثیت سے آسمان خطابت کا آفتاب بن کر طلوع ہوئے تو دجل و تلبیس کے سیاہ

ملکی دفاع کے لیے کسی سپر طاقت پر بھروسہ کرنا سراسر حماقت ہے

روس اور امریکہ نے دُنیا میں اپنی اپنی اجارہ داریاں قائم کر رکھی ہیں، غیر جانبدار تحریک بھی بڑی طاقتوں کا استحصالی جال توڑنے میں ناکام رہی ہے۔ مولانا عبید اللہ انور

بیرونی خطرات کے مقابلہ کے لیے نوجوانوں کو جہاد کی عملی تربیت دی جائے



بادل فضاؤں میں تحلیل ہو کر رہ گئے۔ باطل کا جگر خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اکابر نے دعائیں دیں اور رفقاء کے چہرے تر و تازہ گلاب کی مانند جوش و مسرت سے کھل گئے۔ اسٹیج پر پیر طریقت حضرت مولانا غلام حبیب بھی تشریف فرما تھے تقاریر جاری تھیں جامع مسجد شیرانوالہ کا ہال صحن چھت اور تالاب کے گرد و نواح تک لوگ ہمہ تن گوش بیٹھے تھے۔ نظر آرہا تھا کہ فرزندان توحید اور شمع ختم نبوت کے پروانے ملک میں ابھی زندہ ہیں۔ شرک و الحاد کے بیوپاریوں کے لئے میدان خالی نہیں ہے۔ پختہ فکر دینی رہنما حامد علی رحمانی کی تقریر کے اختتام پر اسٹیج سیکرٹری مولانا بشیر احمد شاد نے اعلان کیا کہ اب قائد جمعیۃ حضرت مولانا عبید اللہ انور خطبۂ صدارت پیش کریں گے تو عقیدت و خلوص سے سرشار نوجوانوں نے اسلامی نظام زندہ باد، قائد جمعیۃ زندہ باد، تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد کے ایمان پرور نعروں سے روحوں کو گرما دیا۔ سامعین کی اکثریت اپنے چہروں پر سنت نبوی کا نور لئے اور سروں پر ٹوپیاں پگڑیاں اور رومال باندھے عجیب ایمان پرور منظر پیش کر رہی تھی ان کی خوشیاں اور مسرتیں آنکھوں سے ٹپک رہی تھیں کیونکہ آج وہ چراغ رخ انور لے کر ملک سے ظلمت شب کو ختم کرنے کا عہد کر رہے تھے۔

سلسلۂ فکر ولی اللّٰہی اور خاندان عبید اللّٰہی کے روشن ضمیر وارث جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور نے اپنے خطبۂ صدارت میں نظام شریعت کنونشن کی غرض و غایت اور حق پرست علماء کی جدوجہد کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

آج وطن عزیز پاکستان کے مختلف حصوں سے ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام، مشائخ عظام اور دردِ دل سے بہرہ ور کارکن یہاں جمع ہیں اور کُل پاکستان نظام شریعت کنونشن کے عنوان سے ان کا یہ مبارک اجتماع دنیاوی اغراض و اہداف کے لئے نہیں بلکہ صرف اس مقصد کے لئے ہے کہ خالق کائنات اور اس کے بھیجے ہوئے مقدس دین اور مبارک نظام حیات کی طرف سے ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا احساس دلوں میں اُجاگر کر کے ان کی تکمیل و تعمیل کی طرف قدم بڑھا سکیں۔

اہل حق کی تگ و تاز اور جہد و عمل کا ہدف ہر دَور میں ایک ہی رہا ہے کہ دینی و قومی فرائض کی انجام دہی اور اس کے ذریعہ رضائے حق جل مجدہٗ کے حصول کے لئے جو کچھ بن پڑے اس کے لئے کوشاں رہیں۔ ہر دَور کے حق پرستوں نے نتائج، طعن و ملامت تخویف و تحریص اور ہواؤں کے رُخ کی پروا نہ کرتے ہوئے حق کی سربلندی اور رضائے حق کے حصول کی مقدس منزل کی طرف سفر جاری رکھا ہے اور آج بھی یہ کاروانِ حق و صداقت راستہ کی مشکلات، زمانہ کی طعن و ملامت اور بے سرو سامانی کے باوجود اپنی حقیقی منزل کی طرف شاہراہِ عزیمت و استقامت پر رواں دواں ہے۔

رہروان شاہراہِ صداقت! ملک کی عمومی صورتِ حال اور علماءِ حق کو درپیش مسائل و امور کے ذکر سے پہلے اس نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ حق کی خاطر جدوجہد کرنے والے کسی بھی دَور میں نتائج کے مکلّف نہیں رہے حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے نتائج کی ذمہ داری حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی نہیں ڈالی۔ نتائج ہمیشہ حق تعالےٰ کے اختیار و قدرت میں ہوتے ہیں اور وہی اپنی حکمت کی بنیاد پر نتائج کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ جدوجہد کرنے والے صرف دو باتوں کے مکلف ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی تگ و تاز اور محنت کا مقصد اور رُخ صحیح ہے یا نہیں اور دوسری یہ کہ اس مقصد کے لئے وہ اپنے وسائل اور صلاحیتوں کی حد تک پوری جدوجہد کر رہے ہیں یا نہیں۔ اگر جدوجہد کا رُخ صحیح ہے اور اُس کے لئے خلوصِ دل سے محنت ہو رہی ہے تو نتائج کی کچھ پروا نہیں۔ اس راہ کا غازی تو غازی ہے شہید بھی اس سے کم نہیں بلکہ شہید کا رتبہ زیادہ ہے کہ ظاہری نتائج کے سامنے نہ آنے نے ان کے خلوص کی قدر و قیمت کو دو چند کر دیا ہے۔ اس لئے میں تمام بزرگوں اور دوستوں سے عرض کروں گا کہ نتائج کے انتظار میں بے صبری اور جلد بازی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنے دلوں اور نیتوں کو ٹٹول لیں اور اس بات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں کہ حق کی خاطر جتنی جدوجہد وہ کر سکتے ہیں، کیا واقعی وہ اس قدر جدوجہد کر رہے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے اور غالباً ایسا نہیں ہے تو پھر ہم سب کو اپنے فرائض اور محنت کے درمیان فاصلہ کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اس بات کے مکلّف ہیں اور قیامت کے روز حق تعالےٰ کی عدالت میں اسی کے بارے میں ہمیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔

حضرت مولانا عبید اللہ انور نے اسلامی نظام حیات کے نفاذ کی ملک میں ضرورت و اہمیت، اس راستے کی رکاوٹوں سیاسی عمل کی بحالی بین الاقوامی خصوصاً برصغیر کی صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

نظام شریعت کا عملی نفاذ

ہمارے نزدیک پاکستان کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مسئلہ ملک میں اسلامی نظام کا عملی نفاذ ہے اس لئے کہ:

- ہم بحیثیت مسلمان اس بات کے پابند ہیں کہ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی مکمل طور پر دین کی پابند ہو۔
- پاکستان کے قیام کا مقصد وحید اسلامی نظام کا نفاذ ہے اور تحریک پاکستان میں لاکھوں مسلمانوں کی بیش بہا قربانیاں صرف اسی لئے تھیں کہ یہاں قرآن و سنت کی حکمرانی ہوگی۔
- تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پوری قوم نے بے مثال قربانیاں دے کر اسلامی نظام کے ساتھ

پاکستان کی لازوال تحریک وابستگی کا فیصلہ اپنے خون کے ساتھ رقم کیا ہے۔

• ملک کے مختلف حصوں کے عوام کے درمیان اتحاد و اشتراک کا واحد رشتہ اسلام ہے اور اگر اس رشتہ کو عمل و نفاذ کے ذریعہ مستحکم نہ کیا گیا تو اور کوئی چیز ملک کے مختلف حصوں کے درمیان اتحاد کی ضامن نہیں بن سکے گی۔

لیکن ان تمام حقائق کے باوجود اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں حکمرانوں کی روش اب تک یہ رہی ہے کہ اسلام کو اقتدار کے حصول کے لئے سیڑھی اور اس کے تحفظ کے لئے بیساکھی کے طور پر تو استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کے عملی نفاذ و ترویج کے لئے مخلصانہ مساعی ہمیشہ ناپید رہی ہیں۔

آج اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد اور اس کے تقاضوں کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا جائے تو اس مقدس جدوجہد کے کارکنوں کو تین محاذوں کا سامنا ہے۔

۱۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں حکمرانوں کی نیم دراز روش اور غلط ترجیحات کے ساتھ ساتھ نوآبادیاتی دور کی یادگار انتظامی و عدالتی ڈھانچے کا منفی اور معاندانہ طرزِ عمل جس کی وجہ سے اسلامی قوانین کے نافذ ہونے کے بعد عملدر آمد نہ ہونے سے اسلامی نظام اور اسلامی قوتوں کو شدید نظریاتی و عملی نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

۲۔ اسلامی قوانین و احکام کی چودہ سو سالہ اجماعی تعبیر و تشریح کے خلاف تجدد پسندوں کی یلغار جس کا مقصد اسلام کے نام کو باقی رکھتے ہوئے تعبیر و اجتہاد کے مقدس بیل کے ساتھ اسلامی احکام و قوانین کو مکمل طور پر مغربیت کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ پردہ، عورت کی شہادت اور دیت جیسے مسائل پر تجدد پسندوں کا حملہ اور حکومت اور اپوزیشن دونوں کیمپوں میں بیٹھے ہوئے ذمہ دار افراد کی طرف سے اس یلغار کی پشت پناہی سے تجدد پسندوں کے عزائم اور ان کی قوت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اب تو بات یہاں تک آ پہنچی ہے کہ عقائد کے سوا ہر بات میں اجتہاد ہو سکتا ہے اور اجتہاد کے لئے بھی عالم دین ہونا اور عربی زبان جاننا ضروری نہیں بلکہ وکلاء بہتر طور پر اجتہاد کر سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب جاوید اقبال نے گذشتہ دنوں فیصل آباد بار ایسوسی ایشن کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کھلے بندوں کیا ہے اور اس کی رپورٹ روز نامہ جسارت، کراچی کے ۲۸ اکتوبر کے شمارے میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۳۔ اسلام کو اپنے مخصوص مقاصد کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے والے سیاستدان جنہیں ابتلاؤ مصیبت کے وقت تو اسلام کے دامنِ عافیت و رحمت میں پناہ لینے میں کوئی حجاب محسوس نہیں ہوتا لیکن جب اسلام کے ساتھ وفاداری کے اظہار کا وقت آتا ہے، اچانک ان کی پٹاریوں سے سوشلزم، سیکولرازم اور آزاد خیالی کے زہریلے سانپ باہر نکل کر پھنکارنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر انہیں اسلام میں "ملا ازم" اور "تھیا کریسی" کے جراثیم دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ان لوگوں کے تضاد اور منافقت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ان میں سے بہت سے لیڈر ۷۷ء میں قرآن پاک ہاتھوں میں اُٹھائے نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل نفاذ تک متحد رہنے کا قوم کے ساتھ عہد کر رہے تھے مگر آج وہ سیکولرازم اور سوشلزم کا پرچم تھامے "مولوی کی حکمرانی" کے نام سے اسلام کی نفی کر رہے ہیں اور آج بھی ایک طرف ان میں سے بعض جماعتیں تحریک بحالیٔ جمہوریت (ایم۔ آر۔ ڈی) کے نام سے ایک اتحاد میں شامل ہو کر ۷۳ء کے آئین کی بحالی کا مطالبہ کر رہے ہیں جس کے تحت ملک کا سرکاری

مذہب اسلام ہے لیکن دوسری طرف وہی جماعتیں اسی سانس میں اپنی جماعتی قراردادوں کی صورت میں سوشلزم، سیکولرازم اور سیاست کی مذہب سے لاتعلقی کا تصور پیش کر رہی ہیں اور پھر اسی نام نہاد تحریک بحالیٔ جمہوریت کے راہنما جمہور مسلمانوں کے مؤقف اور مطالبات کے علی الرغم قادیانیوں کی کھلم کھلا حمایت کر کے دین کے بارے میں اپنے منفی طرزِ عمل کا اعلانیہ اظہار کر رہے ہیں۔

یہ صورت حال نظامِ شریعت کے نفاذ کی جدوجہد کرنے والوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ انہیں یہ پیچیدہ اور مشکل جنگ لڑنی ہے یا نہیں بلکہ اس طور پر کہ جنگ تو بہر حال لڑنی ہے لیکن اس سہ طرفہ جنگ کے تقاضوں سے وہ کہاں تک عہدہ برآ ہو پاتے ہیں۔ آئیے اس مرحلہ میں ہم یہ عہد کریں کہ اسلام کی اس مقدس جنگ سے کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہوں گے۔ ہماری جنگ جاری رہے گی۔ حکمرانوں، تجدد پسندوں اور موقع پرست سیاستدانوں میں سے کسی کو ہم اس بات کا موقع نہیں دیں گے کہ وہ اسلام کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر سکیں یا اسلام سے انحراف کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔ اس ملک کا مقدر اور اس وطن کا وجود اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اور حق پرستوں کا یہ عہد ہے کہ یہاں اسلام کے سوا اور کسی نظام کو کسی قیمت پر نہیں چلنے دیں گے۔

قادیانیوں کی جارحانہ سرگرمیاں بڑھتی جا رہی ہیں

کلیدی عہدوں پر قادیانی افسروں کی موجودگی ملک کی سلامتی کیلئے خطرہ ہے

سیاسی عمل کی بحالی

اسلامی نظام کے نفاذ کے بعد اس ملک کا دوسرا سب سے بڑا مسئلہ ۷۳ء کے دستور کی عملداری، سیاسی عمل کی بحالی اور آزادانہ انتخابات کے ذریعہ نمائندہ حکومت کی تشکیل کا ہے۔ ۷۳ء کے دستور اور سیاسی عمل کے مسلسل تعطل سے ملک سیاسی طور پر کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ ملک کے مختلف حصوں کے عوام کے درمیان بے اعتمادی اور شکوک و شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومت اور عوام کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ بیرونی ریشہ دوانیوں کو در آنے کا موقع مل رہا ہے۔ استعماری قوتوں کی دلچسپیاں روز افزوں ہیں، علاقائی عصبیتیں فروغ پا رہی ہیں۔ وطن دشمن عناصر کی سرگرمیاں زیر زمین بلکہ زمین کے اوپر بھی جاری ہیں مگر محبِ وطن عناصر کو قیاسی پابندیوں اور قدغنوں کی زنجیروں میں جکڑ کر بالواسطہ طور پر وطن دشمن عناصر کے ہاتھ مضبوط کئے جا رہے ہیں۔ ان تمام مسائل کا حل ۷۳ء کے دستور کی عملداری اور جمہوری عمل کی غیر مشروط بحالی ہے۔ لیکن حکومت سیاسی خلا کو پُر کرنے کے لئے غیر معروف اور غیر مسلّمہ طریقوں کا سہارا لے رہی ہے جس سے بحران کے حل ہونے کی بجائے زیادہ سنگین ہو جانے کا خطرہ ہے۔

حکومت اگر بحران کو حل کرنے میں مخلص ہے تو اسے ۷۳ء کے دستور

کی بحالی، سیاسی پابندیوں کے خاتمہ اور جماعتی بنیادوں پر آزادانہ انتخابات کے انعقاد کی واضح پالیسی کا اعلان کرنا چاہیئے ورنہ اس سیدھے سادے حل سے انحراف اور غیر جماعتی انتخابات کے ذریعے ایک نئی کنونشن لیگ کی تشکیل کے ذریعے سیاسی خلاء کو پُر نہیں کیا جا سکے گا اور نظریاتی و جغرافیائی خطرات سے دوچار ملک کے ساتھ یہ اٹھکیلیاں ملک کے دائرۂ تحمل سے تجاوز کر گئیں تو قوم اور تاریخ موجودہ حکمرانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

علاقائی صورتِ حال

پاکستان کو علاقائی طور پر جن خطرات و خدشات کا سامنا ہے ان میں سب سے زیادہ سنگین مسئلہ افغانستان میں رُوس کی مسلح مداخلت و جارحیت ہے، جو ظاہر ہے کہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے افغانستان کی سرزمین تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اس نے پاکستان سمیت جنوبی ایشیا کے ممالک کی آزادی اور سلامتی کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ ایران کے انقلاب کے بعد اس کے انقلاب کے اثرات کو گردوپیش ممالک تک وسعت دینے کی کوششیں، عراق ایران جنگ، مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کے ہاتھوں فلسطینی عوام کی مسلسل تباہی، لبنان کی خانہ جنگی، بنگلہ دیش کی داخلی صورتِ حال اور بھارت میں مسز اندرا گاندھی کے المناک قتل کے بعد اندرونی کشمکش کا بڑھتا ہُوا الاؤ یہ ایسے مسائل ہیں جنہیں نہ تو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کے براہِ راست یا بالواسطہ اثرات سے پاکستان مکمل طور پر محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس تمام تر صورتِ حال کا واحد حل پاکستان کا نظریاتی استحکام اور جہاد کے لئے پاکستانی نوجوانوں کی نظریاتی و عملی تیاری ہے۔ پاکستان کو نظریاتی لحاظ سے مستحکم کر کے اور پاکستانی قوم بالخصوص نوجوانوں کو جہاد کے لئے عملاً تیار کر کے ہی ہم خطرات کے اس بڑھتے ہوئے طوفان کا سامنا کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر نہ تو اندرونی سازشوں کو بے اثر بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی بیرونی خدشات و خطرات سے تحفظ کی کوئی صورت ممکن ہے۔ عالمی قوتوں پر بھروسہ کے سوراخ سے ایک بار ڈسے جانے کے بعد دوسری اور تیسری بار اس سوراخ کا رُخ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ پاکستان کے اربابِ حل و عقد کو یہ حقیقت جتنی جلد سمجھ میں آجائے ملک کے مفاد میں اتنا ہی بہتر ہوگا۔ امریکہ اور رُوس دونوں عالمِ اسلام کے کھلے دشمن ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی دوستی پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

عالمی کشمکش

اس کے ساتھ ہی عالمی منظر پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔ عالمی طاقتوں کی روایتی کشمکش اور اجارہ داری نے چھوٹے ممالک کو جس طرح اقتصادی اور سیاسی مجبوریوں کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے، اُس نے آزادی اور خود مختاری کا مفہوم مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔

امریکہ، روس اور اس کے حواریوں نے فوجی، اقتصادی اور سیاسی ہر لحاظ سے اپنی اجارہ داریوں کو مستحکم کر رکھا ہے۔ اقوام متحدہ کا ایسا ادارہ ان ممالک کی اجارہ داری اور وِیٹو پاور کے آگے بے بس ہے اور مظلوم کے دل کی بھڑاس نکل جانے کے سوا اس ادارہ کا اور کوئی مصرف باقی نہیں رہا۔

کشمیر، فلسطین، افغانستان اور دیگر مسائل پر اقوام متحدہ کی قراردادوں کا حشر سب کے سامنے ہے۔

غیر جانبدار تحریک بھی بڑی طاقتوں کی اجارہ داری کا جال توڑنے میں کامیاب نہیں ہوئی اور نیا عالمی اقتصادی نظام وضع کرنے کا خواب ابھی تعبیر کے مرحلہ کے قریب تک نہیں پہنچا۔ عالمِ اسلام کے ساتھ دونوں بڑی طاقتوں کا رویّہ ایک جیسا ہے۔ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ عالمِ اسلام ایٹمی توانائی نہ حاصل کر پائے، اپنے وسائل کو مجتمع نہ کر سکے اور اتحاد و استحکام کی منزل کی طرف نہ بڑھ سکے۔ مشرقِ وسطیٰ میں امریکہ کی گولی مسلمان کے سینے سے پار ہو رہی ہے اور افغانستان میں رُوس کی گولی سے مسلمانوں کا وجود چھلنی ہو رہا ہے۔

ان حالات میں عالمِ اسلام کے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ وہ بڑی

کی ادائیگی کی نذر ہو جاتا ہے اور جو کچھ بچتا ہے اس کا بیشتر حصہ دفاع، افسر شاہی کے اللّوں تللّوں اور دیگر غیر ترقیاتی مدّات پر صرف ہوتا ہے۔ دفاع تو خیر ہماری ضرورت اور مجبوری ہے لیکن اسقدر غریب ملک پر اتنی بھاری بھرکم انتظامیہ کا بوجھ اور پھر افسر شاہی کے تعیشات اور ناز برداری پر خرچ ہونے والی رقوم کا کیا جواز ہے جیسے یہاں ایک قوم نہیں دو الگ الگ قومیں آباد ہیں حالانکہ اسلام ایک ایسے غیر طبقاتی معاشرہ کا داعی ہے جس میں عثمان غنیؓ اور ابوذر غفاریؓ کا معیارِ زندگی ایک ہو اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور بلال حبشیؓ کی بودوباش دیکھ کر کوئی شخص یہ فرق نہ کر سکے کہ ان میں کروڑ پتی کون ہے اور مفلس کون ہے؟

قائد جمعیۃ حضرت مولانا عبیداللہ انور نے فرمایا

غریب اور متوسط طبقوں کو مسائل کے بوجھ سے نکالنے کے لیے اسلام کا معاشی نظام اختیار کیا جائے

غریب اور امیر کا فرق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے

بڑے گریڈ ختم کر کے چھوٹے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے

طاقتوں کے چنگل سے نکلنے کی سنجیدہ اور اجتماعی کوشش کرے اور ملّتِ اسلامیہ کے وسائل اور توانائیوں کو مجتمع کر کے ملّتِ اسلامیہ کے اتحاد کی طرف سنجیدہ اور ٹھوس پیش رفت کی جائے۔

اقتصادی صورت حال

ملک کی اقتصادی و معاشی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ ملکی معیشت بیرونی قرضوں کے بوجھ تلے کراہ رہی ہے۔ اور ملکی وسائل کا بیشتر حصہ بیرونی قرضوں انتظامیہ کے عہدے اور آسامیاں دوگنی چوگنی ہوتی جا رہی ہیں۔ تنخواہوں اور سہولتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ پرسٹیج، پروٹوکول اور افسر شاہی کے دیگر لوازمات قومی دولت کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

معاشرہ میں امیر اور غریب کا فرق بڑھتا جا رہا ہے۔ لاہور کی گلبرگ اور کراچی کی ڈیفنس سوسائٹی جیسے علاقوں اور کچی آبادیوں کے درمیان تفاوت کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے

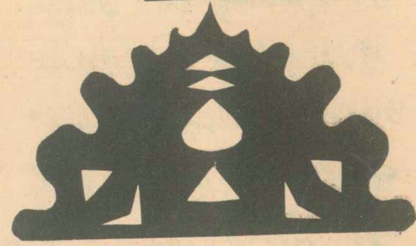
عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے اور ایک ٹیکس وصول نہ ہونے پر دوسرا ٹیکس عائد کر دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں ادا کرنے والے کو تو دونوں ادا کرنے پڑتے ہیں اور چوری کرنے والا دونوں سے بچ جاتا ہے ٹیکسوں کی وصولی کا نظام بہتر بنانے کی بجائے ان میں اضافہ کرتے چلے جانے کی روش نے کاروباری حلقوں کو الگ پریشان کر رکھا ہے۔

سابقہ حکومت نے محنت کشوں کو

اُبھار کر طبقاتی کشمکش کو فروغ دینے کی جو کوشش کی تھی اس کی ہر ذی شعور نے مذمت کی لیکن موجودہ حکمران دوسری طرف انتہا کو چلے گئے۔ انہوں نے محنت کشوں کو اپنی لغت سے ہی خارج کر دیا اور سات برس گزر چکے اب تک محنت کش لیبر پالیسی کے انتظار میں ہیں کہ شاید نئی لیبر پالیسی ان کی گردن پر اخراجات کے شکنجے کی گرفت کو کچھ ڈھیلا کر سکے۔

مہنگائی کے ہاتھوں پوری قوم بالخصوص تنخواہ دار طبقہ بے بس ہے اخراجات اور اشیاءِ ضرورت کی قیمتوں میں روز افزوں اضافہ اور قوت خرید میں مسلسل کمی نے متوسط اور چھوٹے طبقوں کے گھریلو بجٹ کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس صورت حال میں یہ ضروری ہے کہ مجموعی اقتصادی معاشی ڈھانچے پر نظرِ ثانی کی جائے۔ اسلام کے واضح اصولوں پر سادہ نظامِ معیشت کو اپنایا جائے۔ افسر شاہی کے اللّوں تللّوں اور پرتعیش اخراجات کو حذف کر کے انہیں عام لوگوں کی طرح سادہ زندگی گذارنے پر مجبور کیا جائے اور تنخواہوں کے درمیان ایک گریڈ سے ۲۲ گریڈ کے درمیان پائے جانے والے تناسب کو کم سے کم کر کے چھوٹے درجے کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور قومی پالیسی کے طور پر اشیاءِ ضرورت کی قیمتوں اور عام قیمتوں اور عام آدمی کی قوت خرید کے درمیان توازن قائم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔

قادیانی مسئلہ



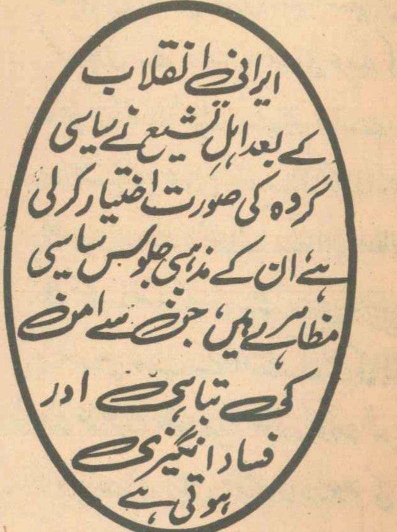
اسلام
ایسے غیر طبقاتی معاشرے کا داعی ہے جس میں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کا معیارِ زندگی ایک ہو



قادیانی مسئلہ بھی ہمارے ملک کا ایک سنگین اور اہم مسئلہ ہے جس کا تعلق ملتِ اسلامیہ کے اعتقادات اور ملک کی نظریاتی بنیادوں کے ساتھ بھی ہے اور ملک کی سالمیت کے ساتھ بھی اس مسئلہ کا گہرا ربط ہے۔ قادیانی گروہ فرنگی اقتدار کے دَور میں بیرونی آقاؤں نے استعماری مقاصد کے لئے آلۂ کار کے طور پر قائم کیا تھا جو اب تک استعماری قوتوں کے آلۂ کار کے طور پر کام کر رہا ہے۔ پاکستان میں کلیدی اسامیوں پر اس گروہ کے افراد کی موجودگی ملکی سالمیت کے تقاضوں کے منافی ہے۔ اس فتنہ کے خلاف ۵۳ء، ۷۴ء اور ۸۴ء کی تحریکاتِ ختمِ نبوت میں مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر نے متحد ہو کر جو مطالبات پیش کئے ان میں سے بعض موجودہ حکمرانوں نے منظور کر لئے ہیں لیکن قادیانی جارحیت کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے۔ مولانا محمد اسلم قریشی کے اغوا کو پونے دو سال ہو چکے ہیں مگر ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ مولانا اللہ یار ارشد اور صوفی محمد رمضان کے اغوا کی وارداتیں اور اس کے بعد ساہیوال میں قادیانیوں کے ہاتھوں چودھری نعمت علیؒ قاری بشیر احمدؒ اور اظہر رفیق کی المناک شہادت اس سفاک گروہ کے جارحانہ عزائم کا منہ بولتا ثبوت ہے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحریک ختم نبوت کے مطالبات کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دے۔ اور ان مطالبات کو پورا کر کے ملتِ اسلامیہ کے اطمینان کا سامان فراہم کرے۔

امنِ عامہ کی صورتِ حال

ملک میں امنِ عامہ کی صورتِ حال بھی سنجیدہ غور و خوض کی متقاضی ہے۔



قتل، ڈکیتی، چوری، عصمت دری اور اغواء کی وارداتوں میں مسلسل اضافہ نے عوام میں جان و مال اور آبرو کے تحفظ کے سلسلہ میں بے یقینی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔

فوجی عدالتوں، شرعی عدالتوں اور عام عدالتوں کی صورت میں بیک وقت تین قانونی نظاموں کی موجودگی جرائم پر قابو پانے کی بجائے ان میں اضافہ کا باعث بنی ہے۔ رشوت اور بدعنوانی بڑھ گئی ہے۔ انصاف تک عام آدمی کی رسائی مشکل ہو گئی ہے اور انصاف کو اصول اور قانون کی بجائے دولت اور سفارش کے پیمانے سے ماپا جا رہا ہے۔ ایک حکومت کی سب سے بڑی ذمہ داری شہریوں کی جان و مال اور آبرو کا تحفظ ہوتی ہے اور جو حکومت اس اہم ترین ذمہ داری سے بھی عہدہ بر آنہ ہو سکے اس کے پاس اقتدار پر فائز رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ اور قانون کی حکمرانی عملی طور پر قائم کر کے شہریوں کو جان و مال اور آبرو کے تحفظ کا عملی احساس دلائیں۔

فرقہ واریت کی تباہ کاریاں

آخر میں فرقہ واریت کی تباہ کاریوں کی طرف قومی حلقوں اور علماء کرام کو توجہ دلانا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

فرقہ واریت جسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ارشاد گرامی میں اللہ تعالےٰ کے عذاب کی ایک شکل قرار دیا ہے۔ بلاشبہ آج عذاب خداوندی کی صورت میں ہم پر مسلط ہے۔ اس وقت پاکستان میں فرقہ واریت اور گروہی کشیدگی کا اظہار دو محاذوں پر ہو رہا ہے۔ ایک طرف بریلوی دیوبندی کشمکش ہے جس میں ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتووں اور نفرت کی مہم کے علاوہ مسجدوں پر مخالفانہ قبضہ کا سلسلہ جاری ہے۔ اور یہ سلسلہ اب پاکستان کی سرحدوں سے نکل کر یورپ اور افریقہ تک جا پہنچا ہے۔ مغربی ممالک میں مقیم پاکستانیوں اور ایشیائی مسلمانوں کو بھی ان فرقہ پرست جنونیوں نے چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ وہاں بھی مسجدوں پر مخالفانہ قبضے ہو رہے ہیں اور جھگڑوں کی صورت میں یورپین پولیس کتوں کے ذریعہ مسجد خالی کرا کے مقفل کر رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گذشتہ دنوں ایک ذمہ دار پاکستانی شخصیت نے لندن سے واپسی پر بیان دیا کہ وہاں کے سنجیدہ حلقوں کا سب سے بڑا مطالبہ یہ ہے کہ خدا کے لئے پاکستان سے مولوی حضرات کو لندن بھیجنے پر پابندی لگا دو۔ اُن کی روش نے ہمیں دشمن کے سامنے ذلیل و رسوا بنا دیا ہے۔ یہ کس قدر افسوسناک صورتِ حال ہے اور اس سے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچ رہا ہے۔ ایسا کرنے والے یقیناً اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر

○

سعودی عرب
میں ایرانیوں کے مظاہرے اور پاکستان میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کی تحریک کے دائرے
ایرانی انقلاب
کے توسیع پسندانہ عزائم کے گرد گھومتے ہیں

○

رہے بلکہ شعوری یا غیر شعوری طور پر کمیونسٹوں، قادیانیوں اور دیگر لادین عناصر کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔

ہماری تجویز اور خواہش ہے کہ دونوں مکاتب فکر کے سنجیدہ اور مقتدر راہنما مل بیٹھ کر اس مسئلہ کا حل نکالیں اور ایک ایسا متفقہ ضابطہ اخلاق طے کریں جس سے ان جھگڑوں کی شدت کو کم کیا جاسکے۔

شیعہ سُنّی مسئلہ

فرقہ واریت کے اظہار کا دوسرا محاذ شیعہ سُنّی کشمکش ہے جو روایتی طور پر ایک عرصہ سے اس خطہ میں چلی آ رہی ہے لیکن ایران کے انقلاب کے بعد اہل تشیع جس طرح ایک سیاسی قوت کے طور پر سامنے آ رہے ہیں اس سے اس کشمکش کی نوعیت اور کیفیت بدل گئی ہے۔

ایران میں خالص مذہبی بنیادوں پر انقلاب کے بعد اسے مشرق وسطیٰ اور پاکستان کے دیگر ممالک پر اثر انداز کرنے کی کوششوں نے جو صورتِ حال پیدا کر دی ہے اس پر پاکستان کے علماء کرام کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ لبنان، شام اور عراق میں شیعہ سُنّی کشمکش کے پس منظر میں سعودی عرب میں ایرانی حاجیوں کے سیاسی مظاہروں اور پاکستان میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کی تند و تلخ جدّوجہد کا تعلق انہی سیاسی مقاصد و عزائم سے ہے جو ایرانی انقلاب کا دائرہ وسیع کرنے کی خواہش کے گرد گھومتے ہیں۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اہل تشیع ایک طرف تو خود کو ملّتِ اسلامیہ کا حصّہ قرار دے کر وحدت و اتحاد کا نعرہ لگاتے ہیں اور دوسری طرف پاکستان ایسے سُنّی اکثریت کے ملک میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کر کے نفرت و انتشار کی آبیاری بھی کر رہے ہیں جبکہ ایران میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کے بعد کسی دوسری فقہ کے وجود کو تسلیم نہیں کیا گیا۔

ہم اہلِ تشیع کے جائز حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں لیکن ایران کے اہلِ سنت اور پاکستان کے اہل تشیع کے لئے حقوق کے پیمانے الگ الگ نہیں ہونے چاہئیں۔

کسی گروہ کے حقوق کے تحفظ کا مطلب اکثریت کے حقوق کی نفی نہیں ہونا چاہیئے۔ پاکستان اہل سنت کی اکثریت کا ملک ہے۔ یہاں کا نظام بھی ان کی اکثریتی فقہ کے مطابق ہوگا اور کسی دوسری فقہ کو قانون میں اس کے ساتھ جگہ نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں اہلِ سنّت والجماعت کی اکثریتی حیثیت کو تسلیم کر کے کسی بھی دوسری فقہ کے نفاذ کے امکانات کو یکسر مسترد کر دیا جائے کیونکہ عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے اور کسی گروہ کی جارحیت پر اصولوں کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے ساتھ ہی اس مذموم مہم کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جسے عالمی سطح پر بعض مذہبی اور سیاسی گروہوں کے درمیان سعودی عرب کی دشمنی کی قدر مشترک نے جنم دیا ہے۔ اور سیاسی عوامل کے ساتھ فرقہ وارانہ عصبیتوں کے اشتراک نے اس مطالبہ کی شکل اختیار کر لی ہے کہ حرمین شریفین پر سعودی عرب کے اقتدار کی نفی کی جائے اور مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ کو کھُلا شہر قرار دے کر وہاں فرقہ وارانہ رسوم کی اجازت دلائی جائے۔

ہمیں سعودی حکمرانوں سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ اُن کی بعض مذہبی اور سیاسی پالیسیوں سے ہمیں بھی اختلاف ہے لیکن حرمین شریفین کا امن ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے اور یہی وہ ایک جگہ ہے جہاں ہر مکتب فکر کے لوگ بلا روک ٹوک عبادت کرتے ہیں۔

لیکن جیسا کہ پاکستان اور دیگر ممالک میں کئے جانے والے مطالبات میں کہا جا رہا ہے اگر حرمین شریفین میں بھی فرقہ وارانہ رسومات کا دروازہ کھول دیا گیا تو یہ اس جائے امن و قرار کو فرقہ وارانہ کشمکش کا اکھاڑہ بنانے کے مترادف ہوگا اس لئے ہم اس تجویز کو شر انگیز قرار دیتے ہوئے اسے مسترد

کرتے ہیں۔

آخر میں حضرت مولانا عبیداللہ انور نے کارکنوں سے قومی اور دینی مقاصد کی تکمیل کے لئے تنظیم کو مؤثر بنانے اور جدوجہد تیز تر کرنے کی اپیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ان گذاشات سے اور اس سے قبل نظام العلماء پاکستان کی مرکزی مجلس عمومی کی قرار دادوں کی صورت میں جماعتی مؤقف اور پالیسی آپ کے سامنے آچکی ہے۔ ازراہِ کرم اپنی صفوں کو منظم کریں اور مرکزی مجلس عمل کے فیصلوں کے مطابق جماعتی مقاصد کی تکمیل کی خاطر کمربستہ ہو جائیں ان دینی و قومی مقاصد کی خاطر جدوجہد ہمارا فرض ہے اور جب ہم خلوصِ دل کے ساتھ اس جدوجہد میں آگے بڑھیں گے تو اللہ ربّ العزّت کی مدد ضرور ہمارے شاملِ حال ہوگی کیونکہ اس ذات کریم کا وعدہ ہے کہ؛

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

احترام اور نظم وضبط

حضرت جانشین شیخ التفسیر کا خطبہ صدارت قریب الاختتام تھا کہ اسی دوران امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی تشریف لے آئے۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور کا بیان جب تک مکمل نہیں ہوا حضرت درخواستی دامت برکاتہم اسٹیج کے پیچھے خاموشی سے کھڑے رہے اور کسی کارکن نے بھی جذبہ شوق کی فراوانی کے باوجود کوئی نعرہ لگا کر نظم وضبط کو متاثر کرنے کی جسارت نہیں کی ایک جانب ضبط شوق کا یہ عالم اور دوسری طرف ادب واحترام کی یہ شان تھی کہ حضرت درخواستی جب اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے تو حضرت مولانا عبیداللہ انور اسٹیج کے فرش پر تشریف فرما ہوئے۔ مگر حضرت درخواستی مدظلہ العالی نے دیکھا تو حضرت مولانا عبیداللہ انور کو خود کرسی پر بٹھایا۔ اے کاش محبت وعظمت کردار اور خلوص و ایثار کی اس دولت سے ایک دل بھی خالی نہ ہوتا، تو کوئی بد اندیش کسی بھائی کو بھائی سے لڑانے میں کبھی کامیاب نہ ہو پاتا۔

اسٹیج پر تین کرسیاں تھیں جن پر حضرت مولانا عبیداللہ انور، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی اور حضرت مولانا خلیفہ غلام حبیب نقشبندی تشریف فرما تھے۔ اور کراچی سے لے کر گلگت تک کے علماء اور دینی رہنما گوش بر آواز تھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زہد و تقویٰ علم و معرفت کی تمام اقالیم آج حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ کے مرکز پر انوار میں سمٹ آئی ہیں۔

مولانا عبدالحکیم

سابق ایم این اے حضرت مولانا عبدالحکیم نے فرمایا۔ شیرانوالہ دروازہ لاہور کا یہ مرکز خدام الدین حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے مشن کا وارث ہے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قائم کیا اس مرکز سے وابستگی دراصل حضرت شاہ ولی اللہؒ

آج ہم اجتماعی تنظیمی قوت سے تہی دامن ہیں اور مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ بھی نہیں ہیں اس لیے اب انہی کے ولولے پر خلوص سے سرشار ہو کر خود ہم نے قریہ قریہ بستی بستی جمعیت کو منظم کرنا ہے ○ مولانا عبدالحکیم

اور برصغیر کے اسلاف اہل حق سے وفاداری کا عہد کرنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ۱۹۵۶ء میں ملک بھر کے علماء کے نمائندہ اجتماع میں جب حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ متفقہ طور پر جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے تو آپ نے فرمایا تھا پورے پاکستان میں جمعیۃ علماء اسلام کو منظم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو جمعیۃ کا

آج ہم اجتماعی تنظیمی قوت سے تہی دامن ہیں اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نوراللہ مرقدہٗ بھی ہم میں موجود نہیں ہیں اس لئے مستقبل کا چیلنج قبول کرنے کے لئے جس طاقت ور پلیٹ فارم کی ضرورت ہے اس کی تنظیم و ترتیب کے لئے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے ولولۂ پرخلوص سے سرشار ہو کر جمعیۃ علماء اسلام کو شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں عوامی سطح پر منظم کرنے کے لئے ہمیں

میں طے کر دئے ہیں نئے اجتہادی مسائل انہی اصولوں کے مطابق ہونے چاہئیں۔ مگر نظام شریعت کو بازیچۂ اطفال بنانے کی ہم کسی کو اجازت نہیں دیں گے۔ ان مسائل میں اجتہاد اور بحث ومباحثہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے جن کے بارے میں قرآن کریم کے نصوص قطعیہ موجود ہیں۔ قرآن کریم کے بیان کردہ نصوص قطعیہ کے خلاف رائے زنی کرنا اور بحث مباحثہ کا دروازہ کھولنا سراسر گمراہی ہے۔ عورت کی دیت

قانونِ شہادت اور دیت وقصاص میں عورت کی حیثیت کی بحثیں سستی شہرت حاصل کرنے اور سیاسی اغراض کی تکمیل کے لیے چھیڑی گئی ہیں ○ مولانا محمد یوسف

جنرل سیکرٹری بنایا جائے۔ چنانچہ سپاہ حق کے اس بوڑھے سپہ سالار مولانا ہزاروی نوراللہ مرقدہٗ نے پہاڑوں صحراؤں کے جاں گداز سفر دن رات کئے اور شہروں قصبوں اور دیہاتوں تک میں جمعیۃ علماء اسلام کو منظم کر کے پاکستان میں اہل حق کی مؤثر سیاسی قوت فراہم کی جس نے ہر نازک وقت میں ملک وملت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ ادا کیا اور ملکی سیاست کو دین اسلام کے تابع کرنے کی جدوجہد جاری رکھی۔ مگر

خود کام کرنا ہوگا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف
آزاد کشمیر

جمعیۃ علماء اسلام آزاد کشمیر کے رہنما شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف نے نظام شریعت کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ درست ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا پیش آمدہ مسائل کے بارے میں علماء و محققین کو غور و فکر کرنا چاہئے مگر جو اصول ائمہ مجتہدین نے قرون اولیٰ

اور شہادت کی حیثیت حضرات ائمہ مجتہدین کے اجماع اور نصوص قرآنیہ کی رُو سے فیصل شدہ ہے مگر آج صرف سستی شہرت اور سیاسی اغراض کے لئے ان مسائل کو چھیڑ کر فکری انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جہاں تک نظام شریعت کا تعلق ہے تو ملک کی کوئی جماعت اور مسلمانوں کا کوئی گروہ بھی اسلام کا مخالف نہیں ہے ہر کوئی کہتا ہے ہم اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جب سب چاہتے ہیں تو پھر آنا

کیوں نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ جو جانتا نہیں وہ نافذ کیا کرے گا۔ اسلامی احکام اور نظام شریعت علماء حق ہی نافذ کریں گے جو دین کو جانتے ہیں اور اسلامی قوانین کے بارے میں کوئی غلط ذہنی نہیں رکھتے۔

مولانا محمد اجمل خان

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان نے اپنی تقریر میں قانون شہادت اور دیت کے بارے میں مغرب زدہ فیشن ایبل عورتوں کے جلوسوں اور

اسلام اور علماء کے خلاف اپنے دلوں میں چھپی ہوئی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا محمد اجمل خان نے ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان کے ان بیانات کو تنقید کا نشانہ بنایا جن میں انہوں نے کہا تھا کہ ہم ملّا ازم کو نہیں آنے دیں گے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما نے سوال کیا کہ ملّا ازم اسلامی قوانین اور نظام شریعت کے علاوہ اور کس چیز کا نام ہے؟ انہوں نے فلک شگاف نعرہائے تکبیر اور نظام شریعت زندہ باد کی گونج میں کہا جو

و عدالت پر استشہاد کیا اور کہا قافلہ اہل حق اسلام کی بالادستی اور حکمرانی قائم کرنے کے لئے جدوجہد جاری رکھے گا۔

مولانا زاہد الراشدی

مرکزی سیکرٹری اطلاعات مولانا زاہد الراشدی نے مجلس شوریٰ کے فیصلوں کا اعلان کیا اور قرار دادوں کے ذریعہ مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا اللہ یار ارشد کراچی کے مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا اسفندیار خان، مولانا محمد زکریا، مولانا

شرعی قوانین کیخلاف عورتوں سے بیان دلوانے اور مظاہرے کروانے والے بزدل ہیں، پاکستان میں کوئی شخص اسلامی نظام کیخلاف کھل کر بولنے کی جرأت نہیں کرسکتا ○ مولانا اجمل خان

بیانات کو مخصوص طرز فکر رکھنے والے حلقوں اور آوارہ مزاج سیاستدانوں کی بزدلانہ چالبازی سے تعبیر کیا اور کہا کہ یہ چند گم کردہ راہ عناصر اسلام پر مسلمانوں کے پختہ عقیدہ و ایمان سے واقف ہیں اس لئے وہ خود تو کھل کر اسلام کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے عورتوں سے بیان دلوا کر اور مظاہرے کروا کر

مولوی قرآن حدیث کے خلاف اپنی بات گھڑے اس پر خدا کی لعنت اور جو شخص قرآن و حدیث کی ترجمانی کرنے والے علماء حق کی بات پر "ملّا ازم" کی پھبتی کسے اور مخالفت کرے اس پر بھی خدا کی ہزار ہزار لعنت۔ مولانا محمد اجمل خان نے عہد صحابہ کے متعدد واقعات سے اسلامی قوانین اور نظام شریعت کی صداقت

فیض محمد فیض نقشبندی اور دیگر گرفتار علماء اور مذہبی کارکنوں کی فی الفور رہائی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ساہیوال کے قادیانی قاتلوں کو تختہ دار پر لٹکایا جائے۔

خطبہ صدارت سے پہلے حیدر آباد کے جناب متین قریشی، حسن ابدال کے مولانا حامد علی رحمانی اور مشہور خطیب مولانا قاری عبدالحی عابد اور

مولانا عبدالرؤف فاروقی نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں عوام سے اپیل کی کہ ہفت روزہ خدام الدین کو خود بھی پڑھا کریں اور باقاعدگی کے ساتھ اسے اپنے اپنے حلقہ میں گھر گھر پہنچا کر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے سادہ اور مؤثر طریقہ تبلیغ کو اختیار کریں اور دین حق کی اشاعت اور اہل حق کے موقف و مسلک کو عام کرنے کی بڑھ چڑھ کر کوشش کیا کریں۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض خطبۂ صدارت جانے تک جمعیتہ علماء اسلام پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا بشیر احمد شاد اور بعد ازاں مولانا زاہد الراشدی نے انجام دیئے۔

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی

آخر میں امیر مرکزیہ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے خطاب کیا انہوں نے فرمایا ۱۹۷۰ء میں آئین شریعت کانفرنس باغ بیرون موچی دروازہ میں ہوئی تھی اس کے اثرات ملک میں آج تک باقی ہیں اور دین کے دشمن بھی اہل حق کی طاقت کے اس عظیم مظاہرے کو نہیں بھولے جو دہلی دروازے سے شاہی مسجد تک ہوا میری خواہش تھی یہ مرکزی نظام شریعت کنونشن بھی اسی طرح منعقد ہوتا مگر حکومت کی طرف سے ہر عام اجتماعات کے انعقاد پر پابندی کے باعث یہ نظام شریعت کنونشن شیرانوالہ دروازہ لاہور کی اس تاریخی مرکزی مسجد میں منعقد کرنا پڑا۔ پاکستان میں قرآن و حدیث بیان کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ ملک و ملت کی بقا اور سلامتی اسی میں مضمر ہے کہ کتاب و سنت کی دعوت بلا روک ٹوک ہو۔ میں قرآن و حدیث کا خدمتگذار پہرہ دار ہوں ملک کے دور دراز علاقوں کا سفر اسی فریضہ کی ادائیگی کے لئے کرتا ہوں بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر اور اطبا منع کرتے ہیں کہتے ہیں آرام کرو، میں کہتا ہوں قرآن و حدیث بیان سے بیماری بڑھتی ہے تو بڑھنے دو میں یہ کام نہیں چھوڑ سکتا۔ صدر ضیاء الحق کا آدمی آیا کہ آکر ملاقات کرو میں نے کہا بئس الفقیر علے باب الامیر امراء کے دروازے پر پھرنے والا دیندار فقیر برا آدمی ہے، جو امیروں اور حکمرانوں کے ہاں حاضری دیتا ہے اس کے ایمان کی خیر نہیں۔ ابھی ان علماء کے نام لئے جا رہے جو جیلوں میں بند کر دئیے گئے ہیں ان کو رہا کرنے کے مطالبے ہو رہے ہیں۔ میں ان کی رہائی کا مطالبہ حکومت سے نہیں کروں گا۔ جب تک دین کے لئے جیلوں میں قید ہیں خدا کی رحمت ان پر نازل ہوتی رہے گی۔ کچھ لوگ دنیا کے لالچ میں حکومت کے پاس چلے گئے ہیں میں نے پوچھا کیوں گئے ہو کہتے ہیں کام کرنے کے لئے میں نے کہا کوئی بات دین کی منوائی بھی ہے یا مانتے ہی رہو گے۔ یہ جتنے لوگ شوریٰ میں گئے ہیں اگر سب کے سب فیصلہ کر کے اسلامی نظام کے لئے کہتے تو صدر ضیاء الحق انکار نہ کر سکتا اس لئے میں ان سے کہتا ہوں واپس آجاؤ۔ لیکن میں ادھر والوں کو بھی جانتا ہوں اُدھر والوں کو بھی پہچانتا ہوں۔

من خوب مے شناسم دزدان پاکستان را

اِتَّقُوْا مِنْ فَرَاسَتِ الْمُؤْمِنِ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔

میں کئی بار مشرقی پاکستان گیا، کیا کہوں جتنی وہاں دینداری تھی اس کا یہاں تصور بھی نہیں ہے ایک مدرسہ میں جلسہ تھا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ دن میں آٹھ آٹھ جگہ درس قرآن دیتے رہتے تھے۔ تقریر بھی جاری رہتی اور لوگوں میں چائے بھی چلتی رہتی۔ میں گیا تو اسی جگہ پر جہاں حضرت مدنیؒ تشریف فرما ہوتے تھے جانے کا اتفاق ہوا میں نے کہا تم کیا جانو حضرت مدنیؒ کا مرتبہ و مقام جب وہ دنیا سے گئے تو اپنی نظیر چھوڑ کر نہیں گئے۔

ع قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

امیر مرکزیہ حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی نے فرمایا

آئین شریعت کانفرنس کے پرشکوہ دینی مظاہرے کو اسلام دشمن آج تک نہیں بھولے

جو امیروں اور حکمرانوں کے ہاں دن رات حاضری لگاتا ہے اس کے ایمان کی خیر نہیں

اختلاف رہے گا تاکہ مخلص اور منافق کی پہچان ہو سکے

وہاں چالیس ہزار آدمیوں کے کھانے کا انتظام تھا میں نے کہا یہ تم نے کیا کیا اب جلسہ کرو گے یا سارا وقت لوگوں کو کھانا کھلانے پر صرف کرو گے۔ انہوں نے کیلے کے درخت کے پتے توڑ کر بچھا دئے اور ان پر سب کے لئے کھانا ڈال دیا۔ ایک گھنٹہ میں چالیس ہزار آدمی کھانا کھا گئے برتن نہیں تھے۔ ہر گھر کے پاس تالاب اور جال ہے بس مچھلیاں پکڑتے اور چاول کے ساتھ کھاتے ہیں۔ ہر پندرہ منٹ کے بعد بارش آجاتی تھی جلسے میں سب نے ہاتھوں میں چھتریاں پکڑی ہوئی تھیں۔ پان بھی بہت کھاتے رہتے ہیں۔ مجھ سے پوچھنے لگے اب تم ہماری کیا نشانی جا کر بتاؤ گے۔ میں نے کہا بنگالیوں کی پہچان مجھے ہو گئی ہے تمہاری نشانی یہ ہے۔ چھتری ہاتھ میں، پان منہ میں اور مچھلی پیٹ میں۔

مشرقی پاکستان میں بڑے بڑے دینی مدارس ہیں ہر ایک میں ہزاروں طالب علم قرآن و حدیث پڑھتے ہیں۔ اب تو یہاں لوگ دین کی بجائے دنیا کے پیچھے بھاگے جا رہے ہیں ہر کسی کو اپنے اپنے کام کی پڑی ہوئی ہے دین کے لئے جدوجہد چھوڑ دی گئی ہے۔

ع بے کسے شد دین احمد ہیچ او را یار نیست
ہر کسے را کار باشد ہیچ او را کار نیست

کہتے ہیں قرآن پڑھنے سے تو روٹی بھی نہیں ملتی کچھ روٹھ کر چلے گئے ہیں۔ یہ چکر بھی عجیب ہے لوگ پوچھتے ہیں اگر وہ واپس آنا چاہیں تو تم انہیں ملا لو گے میں نے کہا رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے آئے جس کا جی چاہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کافر نہیں تھے بڑے بڑے اولیاء کرام سے بلند مرتبہ تھے مگر حسد نے کھا لیا۔ آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے وہ کہتے تھے کام زیادہ ہم کریں اور باپ، کا منظور نظر یوسف کیوں بنے۔

میں قرآن و حدیث کا خدمتگذار پہرے دار ہوں
بیماری بڑھنے کے خوف سے دین کا کام نہیں چھوڑ سکتا

یہی حسد تھا کہنے لگے اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ دعا کرو اللہ تعالیٰ حسد سے بچائے۔ اختلاف تو رہے گا تا کہ منافق اور مخلص کی پہچان ہو سکے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں حالتِ نیند اور بیداری میں تھی میں نے دیکھا تو حضورؐ نہیں ہیں "تلاش میں نکل

کھڑی ہوئی دوسری بیویوں کے گھروں میں دیکھا حضورؐ کہیں نہ ملے حضرت عائشہؓ پریشان ہوگئیں۔ ظالم لوگ آج حضرت عائشہؓ کو بُرا کہتے ہیں ہمارے پاکستان میں حضرت عائشہؓ کو منافقہ کہا جارہا ہے تم سب کہو رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ نبی بھی شان والا نبی کے گھر والے بھی شان والے سب کہو سبحان اللہ۔ محرم میں شیعوں نے کراچی میں فساد مچایا جو علماء مزاحمت کر سکتے تھے انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا گیا۔ نبیؐ کے صحابہؓ کی عظمت کا دفاع کرنا بھی دین ہے۔ حضرت عائشہؓ حضورؐ کو تلاش کرتے کرتے ایک جگہ پہنچیں تو دیکھا آپؐ امت کے لئے دُعا مانگ رہے ہیں۔ سب کہو سبحان اللہ ہیں نبی بھی شان والا ایسا ملا جو امت کے لئے ہر وقت فکر مند رہتے تھے جنہوں نے راتوں کو بھی اُمت کو نہیں بھلایا اور ہم نے کھانی کر انہیں بھلا دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا مقام یہ کیا جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا میں جتنا نہیں دین نظر آرہا ہے یہ حضرت عائشہؓ کی برکت سے ہے۔ ہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھا کرتے تھے۔ آج لوگ دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ ہماری سیاست بھی دین کے لئے اور دنیا بھی دین کے لئے ہے۔ ہم کسی سے ڈرنے نہیں ہیں بات صاف کہتے ہیں کہ اس ملک میں دین ہوگا تو ملک رہے گا پاکستان کا استحکام اور مفاد اسی میں ہے کہ یہاں قرآن و سنت کا نظام رائج کر دیا جائے اس موقعہ پر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے لوگوں سے یہ نعرے بھی لگوائے۔

اللہ اکبر کبیرا

والحمد للہ کثیرا

سبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

کوئی تردّد نہیں ہوتا مثلاً اس بارے میں کبھی دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ والدین کی خدمت گذاری اور صلۂ رحمی وغیرہ اچھے کام ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ہر ذی فہم جانتا ہے کہ ظلم و ستم اور بے حیائی اور بد دیانتی اور شراب نوشی و رشوت ستانی وغیرہ گندے اور برے کام ہیں۔ لیکن بعض امور ایسے پیش آجاتے ہیں جن میں آدمی کو اشتباہ اور خلجان ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں یا کرنا چاہتا ہوں یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور اچھا کام ہے یا بُرا؟ پس ایسا کام جس کے جواز میں آدمی کو شک و تردد ہو۔ وہ اس کو کہتے ہوئے دل میں کھٹک اور چبھن محسوس کرے اور یہ چاہے کہ لوگ اس پر مطلع نہ ہوں یہ اس امر کی علامت ہے کہ یہ کام اچھا نہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ جو چیز تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے اس کو چھوڑ کر وہ پہلو اختیار کرو جس میں کھٹک نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے نیکی وہ ہے جس پر تمہارا ضمیر پر سکون اور دل مطمئن ہو اگرچہ مفتی حضرات تمہیں اس کے جواز ہی کا فتویٰ دیں۔

مگر یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ ارشاد نبویؐ ان حضرات کے حق میں ہے جن کا ضمیر زندہ اور جن کا قلب نورِ ایمان سے روشن ہو۔ ان کا قلب کسی مشتبہ چیز کو قبول نہیں کرتا بلکہ کسی چیز میں ذرہ بھر اشتباہ ہو تو فوراً ان کے دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے لیکن ایسے لوگ جن کا ضمیر محرمات کے ارتکاب میں بھی کوئی کھٹک محسوس نہیں کرتا اور جن کے قلوب معاصی و بدعات کے خوگر ہوگئے ہیں ان کے حق میں دل کے مفتی کا فتویٰ معتبر نہیں اور نہ ان کے ضمیر کے مطمئن ہونے کا

منظور شدہ (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مؤرخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۰۲۰۔۲۳۷-۱-۲۸ مورخہ ۷ ستمبر ۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/۲۰۶۷-۹ ڈی ڈی مؤرخہ ۲۳ اگست ۵۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲-۱۲۱ جی/۲۰-۱۰/۵,۴۲ مورخہ ۲۰ مارچ ۵۷ء